ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

منیر نیازی کی غزل میں ردیف کی شعری معنویت

"THE POETIC SIGNIFICANCE OF RADIF IN MUNIR NIAZI'S GHAZALS"

Dr. Muhammad Naveed Abbas Shahid
Subject specialist Urdu, Qaid Azam academy for education, Chinot
Dr. Sumaira Akbar
(Correspondence Author)
Assistant Professor, Department of Urdu, Government College University Faisalabad

Abstract
This paper examines the remarkable variety, expansiveness, and artistic significance of Radif in the Ghazals of Munir Niazi, one of the most distinctive and influential voices in modern Urdu poetry. Munir Niazi is recognized as the founder of a unique poetic school, whose imaginative vision, symbolic richness, and fresh imagery set him apart from his contemporaries. His Ghazals reflect a harmonious blend of personal experience, social consciousness, and modern sensibility, woven together through a refined and innovative use of Radif. Unlike many poets who employ Radif in a conventional or predictable manner, Munir Niazi transforms this poetic device into a meaningful expressive tool that captures the psychological depth, inner complexity, and philosophical undertones of his verse. The refrains in his Ghazals serve not only as structural embellishments but also as mirrors of his poetic temperament, mood, and worldview. Critics such as Dr. Waqar Ahmad Rizvi and Dr. Anwar Sadeed have acknowledged Munir Niazi's mastery in creating a mysterious, symbolic, and emotionally resonant poetic atmosphere through his careful choice of words and images. This study highlights how Munir Niazi's innovative use of Radif enhances the aesthetic and thematic sophistication of his Ghazals, securing his unique place in the modern Urdu literary canon.
Keywords: *Munir Niazi, Urdu Ghazal, Radif , Poetic Symbolism, Modern Urdu Poetry, Aesthetic Expression, Innovative Style, Psychological Depth.*

منیر نیازی اردو ادب کے ایک صاحبِ اسلوب شاعر ہیں۔ ان کو شاعری کے ایک الگ مکتب کا بانی بھی کہا جاتا ہے۔ انھوں نے اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں بے مثال شاعری کی اور ان کے پیروکاروں نے ان کے انداز کو اپنایا ہے۔ اردو شاعری کا تذکرہ منیر نیازی کے بغیر ادھورا ہے۔

اُن کی شاعری میں عصری صداقت و معاشرتی آگاہی، اسلوب و آہنگ کی انفرادیت اور خیالات اور تجربات کی تازگی جیسی خوبیاں اُن کو ایک منفرد اور ممتاز غزل گو بناتی ہیں۔ ان کا تخلیقی جوہر اپنے عصری شعرا کی صف میں اُن کو ایک الگ مقام عطا کرتا ہے۔ اُن کے غزلیہ لہجے اور آہنگ کے بارے ڈاکٹر وقار احمد رضوی یوں رقم طراز ہیں:

> "اُن کی غزل کی خاصیت یہ ہے کہ وہ دائروں میں مقید نہیں۔ ان کی غزل کا لہجہ ان کے اپنے احساس کی پیداوار ہے۔ یہ ایک مثبت ردِ عمل ہے۔ اُن کے ہاں غزل کا داخلی و خارجی آہنگ ہے، تخلیقی اُپج ہے جس کے ڈانڈے سنجیدگی سے ملتے ہیں۔"(1)

منیر نیازی کو شاعری کے ایک الگ دبستان کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ ان کے ہاں دوسروں کی پیروی کی روش موجود نہیں جو ان کی ذات اور شخصیت کا بھی خاصہ تھا۔ انھوں نے شاعری میں علامت نگاری اور منظر نگاری کو عروج بخشا۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> ”منیر نیازی اب ایسے شعرا میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے ہجوم میں گم ہو جانے والے بے شمار شاعروں کے برعکس اپنی پہچان کو اس فضا میں مستحکم کیا ہے جو ان کی شاعری سے خود بخود ترتیب پاتی ہے اور جسے دوام بھی حاصل ہے۔ اس فضا میں اسرار بھی ہے اور وہ ملگجی روشنی بھی جو اس اسرار کو استعارے اور علامت کے وسیلے سے کھولتی ہے اور ایک

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

انوکھی کیفیت قاری کو منتقل کر دیتی ہے"۔(2)

ان کی غزل میں ردیف کا استعمال وسیع معنوں میں ہوا ہے۔ ردیفیں ان کے اسلوب، مزاج اور فکر کو بیان کرتی نظر آتی ہیں۔

ردیف حرف جار

ہیں آباد لاکھوں جہاں میرے دل میں

کبھی آؤ دامن کشاں میرے دل میں (3)

یہ شعر بیان کرنے والے کے دل اور اس کی ذات کے بارے بیان کرتا ہے۔ انسان میں بہت سے صفات موجود ہوتی ہیں اور اسے سمجھنے کے لیے کچھ یا طویل وقت کی رفاقت درکار ہوتی ہے نیز یہ لازم ہوتا ہے کہ اس فرد کو اسی کے معیار کے مطابق دیکھا اور سمجھا جائے۔ دوسرے مصرع میں دامن کشا آنے سے یہی مراد ہے کہ وہ بھی اپنے دل میں وسعت لے کر آئے تو اسے بہت سی ایسی صفات کا علم ہو گا جس کی اسے پہلے خبر نہیں ہو گی۔

ردیف کے اعتبار سے دیکھیں تو یہ شعر حرف جار کی ردیف کا شعر ہے جس کا آخری لفظ 'میں' اس کے ردیف حرف جار ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ دوسری خوبی اس میں عمومی طوالت کی ہے اور شعر کے آخری تین لفظ جو بطور ردیف استعمال ہوئے ہیں 'میرے دل میں' اس کی عمومی طوالت پر دلیل ہیں۔ تیسری خوبی اس کے خطابیہ ہونے کی ہے اور مذکور فرد سے خطاب کیا جا رہا ہے اور اسے تعلق استوار کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔

طویل ردیف

اشک رواں کی نہر ہے اور ہم ہیں دوستو

اس بے وفا کا شہر ہے اور ہم ہیں دوستو (4)

یہ شعر انسان کے تعلق میں المیہ کو بیان کرتا ہے۔ پہلے مصرع کی ابتدا ہی اس کے المیہ ہونے کی دلیل ہے یعنی اشک رواں اور اس کا مسلسل جاری ہونا نہر کے استعمال سے واضح ہے۔ دوسرا مصرع اس المیہ کے سبب کو بیان کرتا ہے یعنی اس بے وفا کے شہر میں موجود ہونا ہے گویا ایک اذیت اور غم کی کیفیت ہے جو مسلسل اس کی بے وفائی کے سبب پیدا ہوتی ہے۔ ایسے میں ربط جو کہ یک طرفہ ہے اور ختم نہیں کیا جا رہا ہے جو کہ سکونت اختیار کیے رکھنے یا ٹھہرے رہنے کے سبب سے واضح ہے۔ گویا یہ شعر معاملہ بندی کا ہے لیکن اس کا اسلوب اسے کسی حد تک معاملہ بندی سے جدا بھی کر رہا ہے اور اس میں ایک انوکھی انفرادیت پیدا کرنے کا بھی سبب ہے۔

ردیف کے اعتبار سے یہ شعر طویل ردیف کی مثال ہے اور اسمیں "ہے اور ہم ہیں دوستو" بحر کے لحاظ سے ایسی طویل ردیف ہے جو کہ نصف سے زیادہ ارکان کو خود میں شامل کیے ہوئے ہے اور باقی مضمون کے بیان کے لیے کم ارکان میسر ہیں۔ شعر میں دوسری خوبی اس کی ردیف کا خطابیہ ہونا ہے جو کہ "دوستو" کے آخری لفظ ہونے سے بہت واضح ہو جاتی ہے۔

ردیف فعل امر

ان سے نین ملا کے دیکھو

یہ دھوکہ بھی کھا کے دیکھو (5)

یہ شعر بھی بہت سادہ مضمون لیے ہوئے ہے اور معاملہ بندی کا شعر ہے لیکن اس میں ایک اچانک بیان کی سی کیفیت پائی جاتی ہے جو اس کو توجہ دلانے والا شعر بناتی ہے۔ گویا کہ شعری روایت میں جو معاملہ بندی کے مضامین کو اہمیت دیتی ہے اسی میں انداز بیان کی انفرادیت سے اس کو اچھوتا اور نیا کرنے کی کاوش کی گئی ہے۔ مضمون میں وہی بیان درج ہے کہ محبوب کبھی باوفا نہیں ہوتا اور اس سے نین ملانے کا نتیجہ لازم ہے کہ دھوکہ کھانے کے مترادف ہے۔

ردیف کے اعتبار سے یہ شعر ردیف فعل امر کی مثال ہے جس کا اعلان 'دیکھو' کے فعل امر سے ہوتا ہے۔ 'کے' کا لفظ اس میں تاکید کا لفظ کہا جا سکتا ہے۔

مفرد ردیف

اس مینہ سے بھری شب میں بجلی جو کڑک جائے

اس شوخ کا ننھا دل ڈر سے دھڑک جائے (6)

یہ شعر منظر نگاری کا شعر بن کر سامنے آتا ہے حالانکہ شعر کا مضمون اسی معاملہ بندی کا ہے اور شعری روایت کا تسلسل ہے لیکن انداز بیان اور منظر نگاری کے وصف سے اس میں ندرت اور نیا پن پیدا ہو گیا ہے، شعر میں محبوب کے دل کو نازک اور جلد خوفزدہ ہونے والا کہا گیا ہے جو اس کے کمزور دل کے مالک ہونے کا بیان ہے۔ بجلی اور بارش کا موسم منظر نگاری کے زمرہ میں آتا ہے۔ فن برائے فن میں یہی لوازمات شعری جدت کہلاتے ہیں۔

ردیف کے اعتبار سے یہ شعر مفرد ردیف کی مثال ہے اور فقط واحد لفظ 'جائے' پر مشتمل ہے۔ شعر کی ردیف میں احتمال کی حالت پائی جاتی ہے جو کہ شعر میں ایک رونما ہونے والے ممکنہ منظر یا کیفیت کی گنجائش پیدا کرتی ہے جو کہ شعر کی کیفیات کا مرکز ہے۔ گویا مفرد ہونے کے باوجود اس میں معنوی تحرک کی گنجائش موجود ہے۔

بیانیہ ردیف

وہ جو میرے پاس سے ہو کر کسی کے گھر گیا
ریشمی ملبوس کی خوشبو سے جادو کر گیا(7)

یہ شعر بھی معاملہ بندی کی شعری روایت کا تسلسل ہے لیکن اس میں اپنے عہد کی ندرت کی مثال موجود ہے۔ مضمون وہی پرانا ہے جو اس سے قبل بہت سے اساتذہ اور شعرا برت چکے ہیں۔ یعنی محبوب کے بدن اور اس کے جسم کی خوبی کی مثالیں پیش کرنا لیکن یہاں اس میں جو ندرت پائی جاتی ہے وہ انیس سو سینتالیس کے بعد کے شعری مزاج کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ محبوب کا ریشمی ملبوس میں ہونا اس کے حسن کو بہت بڑھا رہا تھا۔ گو کہ اس نے کسی اور سے ملاقات کے لیے جانا تھا لیکن اس چھوٹی سی ملاقات سے ہی دل پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

ردیف کے اعتبار سے یہ شعر بیانیہ ردیف کہا جا سکتا ہے جس میں ردیف کا کام فقط مضمون کو ایک خاص طریق سے بیان کرنے میں مدد کرنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ردیفی اعتبار سے اس میں دوسری خوبی اس کا مفرد ہونا ہے۔

ردیف تمنائی

شام آئی ہے شراب تیز پینا چاہیے
ہو چکی ہے دیر اب زخموں کو سینا چاہیے(8)

یہ شعر خمریات کی مثال ہے اور اس میں شراب کی خاصیت کو بیان کیا گیا ہے یعنی زخموں کو سینے کی خاصیت۔ اس سے یہاں مراد انسان کا غم غلط کرنا ہے جو کہ انسان اس کے نشے میں کچھ دیر کے لیے اس کیفیت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ شراب تیز سے مراد اس کا اثر میں تیز ہونا ہے جس کو انگریزی میں 'الکر' کہا جاتا ہے۔ شام کے وقت کو شراب کے لیے انتہائی موزوں کہا جاتا ہے اور شام کو ہی غم میں اضافہ کا وقت بھی کہا جاتا ہے۔

ردیف کے اعتبار سے یہ شعر ردیف تمنائی کی مثال ہے۔ اس کا اعلان ردیف 'چاہیے' سے ہوتا ہے۔ گویا شراب کی تمنا ہے اور اس کا سبب شدت غم اور شام کا وقت ہے ۔ ردیف میں دوسری خوبی اس کا مفرد ہونا ہے لیکن یہ واحد لفظ مکمل بیان کو متاثر کرتا ہے اور اسے تمنا کی کیفیت میں ڈھال دیتا ہے۔

منفی ردیف

باد بہار غم میں وہ آرام بھی نہ تھا
وہ شوخ آج شام لبِ بام بھی نہ تھا(9)

یہ شعر بھی معاملات حسن و عشق سے متعلق ہے اور اس میں بہار کے وقت جو کہ قربت اور ملن کا موسم خیال کیا جاتا ہے، کو بھی بے اثر قرار دیا جا رہا ہے۔ گویا خوبی اور خوبصورتی بھی انسان کو متاثر کرنے میں ناکام ہے۔ اس کا سبب دوسرے مصرع میں بیان کیا گیا ہے جس میں محبوب کا سر شام بھی نظر نہ آنا ہے۔

ردیف کے اعتبار سے اس شعر میں منفی ردیف ہونے کی خوبی پائی جاتی ہے جس کا اظہار اس کے آخری لفظوں 'نہ تھا' سے ہوتا ہے۔ دوسری خوبی اس ردیف کا عمومی طوالت میں ہونا ہے جو کہ تین لفظی عمومی طوالت ہے۔

ردیف اسم ضمیر

ابر میں برق کے گلزار دکھاتے اس کو
کاش اس رات کبھی جاکے جگاتے اس کو(10)

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

یہ شعر بھی معاملہ بندی کا ہے لیکن اس میں نفس مضمون اور انداز بیان کچھ جدا ہیں۔ شعر میں منظر نگاری کا اہتمام کیا گیا ہے جو کہ منیر نیازی کی شاعری میں واضح نظر آتا ہے۔اس شعر میں بھی بارش اور برق یعنی بجلی کا منظر ہے اور اس میں خواہش کی جارہی ہے کہ اگر وہ ہوتا تو اسے ایسے میں باغ کی سیر کو لیے چلتے۔ دوسرا مصرع تاسف کا ہے کہ وہ رات گزر گئی جس میں یہ موقع میسر ہوا تھا۔

ردیف کے اعتبار سے یہ شعر ردیف اسم ضمیر کی مثال ہے جس کا اظہار 'اس' سے ہوتا ہے اور "کو" کا لفظ اس میں خطاب کی سی کیفیت پیدا کر رہا ہے۔شعر کا بیان اس کے تمنائی ہونے پر بھی دلیل ہے لیکن ردیف میں تمنا کے الفاظ شامل نہیں ہیں سو کہا جا سکتا ہے کہ تمنا کا مضمون ردیف اسم ضمیر کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

ردیف حرف تشبیہ

تند نشہ خمار سا نکلا

آسماں بھی غبار سا نکلا(11)

یہ شعر انسان کی کسی اندرونی کیفیت کا عکاس ہے۔ منیر کی منظر نگاری کی روش اس شعر میں ایک الگ انداز میں نظر آتی ہے، یہی روش ہے جو ان کے اشعار میں علامات اور استعارات کی گنجائش پیدا کرتی ہے اور یہ شعری لوازمات از خود ان کے شعر کا حصہ بن جاتے ہیں۔اس شعر میں آسماں کا غبار جیسا نکلنا اصل میں کسی انسان کے اپنے معیار سے بہت کم ثابت ہونے کا بیان ہے۔ تند نشہ اس میں موجود صلاحیتوں کی شدت ہے جو کہ نظر نہیں آئی۔ ایسا تبھی نظر آتا ہے جب کہ کوئی فرد اپنے مشہور اوصاف سے بہت کم کا اور عام سا انسان نکل آئے۔

ردیف کے اعتبار سے اس شعر میں تشبیہ کی ردیف ہونے کے خواص پائے جاتے ہیں اور اس میں حرف تشبیہ 'سا' برتا گیا ہے جس سے مراد کے جیسا ہے اور شعر میں یہی معنی سامنے آتے ہیں۔ نکلا سے مراد ثابت ہونا ہے یعنی کے جیسا ثابت ہوا بیان میں مذکور ہے اور یہی معنی مراد ہیں۔

استفہامیہ ردیف

شب وصال میں دوری کا خواب کیوں آیا

کمالِ فتح میں یہ ڈر کا باب کیوں آیا(12)

یہ شعر انسان کی فطرت اور اس کے ماحول کے اثر سے متغیر ہو جانے کو بیان کرتا ہے۔ اسے ہی تلون بھی کہا جا سکتا ہے، شعر میں ایک اندیشہ بیان ہوا ہے۔ گو کہ یہ وہ محل نہیں تھا جس کا اشارہ اسے خواب میں ملا یا ذہن میں کسی وجہ سے اس خیال کے در آنے کا موقع میسر ہوا۔ یہی بات جو سمجھ سے باہر تھی اسے بیان کیا گیا ہے۔ لیکن یہ عین حقیقت ہے کہ انسان کا تعلقات میں غیر محفوظ ہونا اس کے تجربات اور ماحول کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔

ردیف کے اعتبار سے دیکھیں تو اس شعر میں استفہامیہ خوبی پائی جاتی ہے۔ 'کیوں آیا' اعلانیہ طور پر استفہامیہ ردیف ہے۔ یہی دو لفظ شعر میں احتمال یا اندیشہ کی کیفیت پیدا کرنے کا سبب بھی ہیں۔

ردیف صنعت تکرار

رہتا ہے اک ہراس قدموں کے ساتھ ساتھ

چلتا ہے دشت دشت نوردوں کے ساتھ ساتھ (13)

یہ شعر انداز بیان کی ایک منفرد اور اچھوتی مثال ہے۔ شعر میں وہی بے یقینی، عدم تحفظ اور اندیشہ کی کیفیت غالب ہے جو منیر کے ہاں کثرت سے نظر آتی ہے۔ قدموں کے ساتھ ساتھ ہراس کا رہنا تحرک میں بے ثمر ہونے کی کیفیت کو بیان کرتا ہے۔ دوسرے مصرع میں ہر سفر اور عمل کے بے اثر ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ دشت کا دشت نوردوں کے ساتھ ساتھ چلنا دراصل ایک ہی مقام اور کیفیت کا کبھی ختم نہ ہونا ہے اور اس کی کاوشیں بے سود ہو جانا ہے۔ گویا ایک لاحاصلی کی کیفیت شعر میں موجود ہے اور غالب ہے۔

ردیف کے اعتبار سے اس میں صنعت تکرار کی ردیف ہونے کی خوبی پائی جاتی ہے جس کا اعلان 'ساتھ' کی تکرار سے ہوتا ہے جو کہ دو بار تسلسل سے آیا ہے۔ دوسری اہم خوبی اس کی عمومی طوالت ہے جو کہ ردیف کے تین لفظوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ہے۔

خطابیہ ردیف

اسیر خواہش قید مقام تو ہے کہ میں

نظامِ شمس و قمر کا غلام تو ہے کہ میں (14)

یہ شعر انسان کی خدائی صفات کا بیان ہے۔ گویا انسان کو خدا نے اپنے عکس پر پیدا کیا ہے اور اسمیں ایسی صفات رکھی ہیں جو اس میں خود موجود ہیں اور انہی صفات کی وجہ سے انسان کو خدا نے اپنا نائب بنایا ہے تو وہ انسان فقط زمین اور ارد گرد تک محدود کیسے رہ سکتا ہے۔ اسے پوری کائنات پر تصرف رکھنا ہے اور اس کے لیے اس کا اس ایک مقام کی خواہش سے آزاد ہونا لازم ہے اور یہی بات اس شعر میں بیان کی گئی ہے جس میں بیان کرنے والا فرد اس حقیقت سے باخبر ہے اور اس قید کو اپنا مسکن نہیں سمجھتا اور اس سے آزاد ہے۔

یہ شعر خطابیہ ردیف میں ہے جس کے اندر بہت تحرک پایا جاتا ہے۔ خطاب کسی فرد سے ہے اور اسے مخاطب کرتے ہوئے استفہام کیا جارہا ہے۔ گویا یہ ردیف کے تحرک کی پہلی مثال ہے کہ استفہامیہ ہونا بھی بہت واضح ہے۔ دوسری خوبی اس تحرک کی ایک حقیقت کا بیان ہے یعنی استفہام کرنے کے انداز میں ایک حقیقت سے آگاہ کیا جارہا ہے۔ گویا اس میں استفہامیہ کے ساتھ اسی وقت بیانیہ ہونے کی خوبی بھی موجود ہے۔ تو اور میں میں تضاد کی سی کیفیت ہے اور یہ ایک طویل ردیف بھی ہے جو کہ چار لفظوں پر مشتمل ہے۔

ردیف تشبیہ

مثالِ سنگ کھڑا ہے اسی حسیں کی طرح

مکاں کی شکل بھی دیکھو دلِ مکیں کے طرح (15)

یہ شعر بھی معاملات حسن و عشق میں بیان کی منظر نگاری لیے ہوئے ہے۔ ایسے اشعار میں تمثیل اور علامات سے بہت کام لیا جاتا ہے اور اس شعر میں تشبیہ کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ گویا ایک مکان کا نظر آنا اور اس کا دل کے ساتھ تشبیہ دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ بیک وقت اس کی صفات کو بھی صفات سے تشبیہ دی گئی ہے۔ محبوب کے سنگ دل ہونے سے نسبت دیتے ہوئے مکان کی سنگی حالت کو محبوب کی سنگدلی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ دوسرے مصرع میں اس کی شکل کو دل کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے بیان کیا گیا ہے۔

ردیف کے اعتبار سے یہ شعر ردیفِ تشبیہ کا شعر ہے اور اس میں 'کی طرح' کے استعمال سے تشبیہ کا کام لیا گیا ہے۔ گویا دلِ مکیں یعنی جو اس جسم میں موجود ہے ویسا ہی یہ مکان بھی دکھائی دیتا ہے۔

ردیف اسم اشارہ

روشنی در روشنی ہے اس طرف

زندگی در زندگی ہے اس طرف (16)

یہ شعر ابہام کی کیفیت کو لیے ہوئے ہے، شعر میں بیان تو موجود ہے لیکن اسباب اور اس طرف کا کوئی مرکز بیان میں موجود نہیں۔ گویا معنی کی بنیاد اور ایسا کوئی اسم یا فعل موجود نہیں جو اس کی تکمیل اور متعلق کی خبر دے۔ گویا فقط ایک خبر ہے جو اس شعر میں دی جا رہی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ کسی انسان کی ذہنی کیفیت کو ہو بہو پیش کیا جائے جس میں بے راہ اور بے منزل ہونے کی کیفیت غالب آجاتی ہے۔

ردیف کے اعتبار سے یہ شعر ردیف اسمِ اشارہ کا شعر ہے۔ 'اس طرف' میں اُس ردیف اسم اشارہ ہے اور طرف اس کی سمت کے بارے حتمیت کا اعلان کرتی ہے۔ دوسری غالب کیفیت اس شعر میں عمومی طوالت کی ردیف ہونا ہے جو کہ تین لفظوں پر مشتمل ہے۔

زمانی ردیف

رنگوں کی وحشتوں کا تماشا تھی بام شام

طاری تھا ہر مکاں پہ جلالِ دوامِ شام (17)

یہ شعر بھی منظر نگاری کی عمدہ مثال ہے اور عالمی ادب کے تناظر میں دیکھا جائے تو رومانوی تحریک سے متعلق کہا جاسکتا ہے جس میں فطرت کے موضوعات کو شاعری میں بیان کیا جاتا ہے۔ رنگوں کی وحشتوں سے مراد رنگوں کی کثرت اور ان کی شدت ہے۔ شام کے وقت سورج کی سرخی کی وجہ سے رنگ گہرے دکھائی دینے لگتے ہیں اور اس

شعر میں اسی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔ دوسری کیفیت شام کو ہی مرکز بناتے ہوئے اس کے مکانوں پر اپنے رنگ اور ماحول کے اثرات مرتب کرنے کے بارے ہے۔ ایسی فضا میں مکان پر ہیبت دکھائی دیتی ہے۔

شعر ردیف کے اعتبار سے زمانی ردیف میں ہے جس کا اعلان 'شام' کے لفظ سے ہوتا ہے۔ دوسری خوبی اس کا مرکب ردیف ہونا ہے جو کہ قافیہ کے ساتھ مرکب ہو رہی ہے اور ردیف میں مرکب کا واحد لفظ ہونے کی وجہ سے اسے مفرد ردیف میں بھی شمار کیا جا سکتا ہے جو کہ اس کی تیسری خوبی کہی جا سکتی ہے۔ شام جو کہ اسم ظرف زماں بھی ہے شعر میں مرکزی حیثیت کی حامل ہے۔ گویا ردیف شعر کے مضمون کا سبب ہے کہ اس کو فقط متاثر کر رہی ہے۔

مرکب لفظی ردیف

ہے میرے گرد کثرت شہر جفا پرست

تنہا ہوں اس لیے ہوں میں اتنا انا پرست(18)

یہ شعر انسان کے دوسرے انسانوں سے مزاج میں مختلف ہونے کو بیان کرتا ہے۔ انسانی معاشروں میں جو بھی اسباب رہے ہوں لیکن نتیجہ یہ ہے کہ ہمیشہ جفا پرست لوگوں کی کثرت رہی ہے اور سادہ لوح اور صاف گو افراد ہمیشہ معاشروں سے شکوہ کناں رہے ہیں۔ اس پر انسان اگر انا پرست بھی ہو تو اس کی زندگی بہت کٹھن ہو جاتی ہے اور یہی کیفیت اس شعر میں بیان کی گئی ہے کہ بیان کرنے والے کی تنہائی کا سبب اس کا اور شہر والوں کا اپنے اوصاف میں یکسر جدا ہونا ہے اور اس معاشرہ کے لوگوں کی صفات میں منفیت پائی جاتی ہے۔

یہ شعر مرکب ردیف میں ہے جس میں لاحقہ کی خاصیت بھی پائی جاتی ہے۔ یہ شعر میں بیان کو مرکزیت عطا کرنے والی ردیف ہے گویا صفت کو شدت عطا کر رہی ہے۔

دوسری اہم خوبی اس کا مفرد ردیف ہونا ہے کیونکہ جس لفظ کے ساتھ ردیف مرکب ہے وہ قافیہ ہے۔

ردیف عدد

خیال یکتا میں خواب اتنے

سوال تنہا جواب اتنے(19)

یہ انسان کی انتہائی حساس کیفیت کو بہت خوبی سے بیان کرتا ہوا شعر ہے۔ ایسی کیفیت کو عمومی طور پر بیان کرنا بہت مشکل ہے لیکن اتنے اختصار میں یہ مضمون بیان کر دینا کمال اظہار پر دلالت کرتا ہے۔ ایک ہی خیال کوئی جزو ہو یہ ضروری نہیں۔ عین ممکن ہے کہ کوئی خیال کل ہو اور اس کے اجزا بہت سے ہوں۔ دیکھا جائے تو ہر خیال کے اسباب اور اس کے عناصر بہت سے ہوتے ہیں جو عمومی طور پر واضح نہیں ہوتے۔

ردیف کے اعتبار سے یہ شعر عدد کی کیفیت کا شعر ہے۔ 'اتنے' عددی کیفیت کو بیان کرتا ہے اور اسی وصف کی وجہ سے اسے ردیف عدد میں شمار کیا جا رہا ہے۔

ردیفِ صنعت تضاد

خموشی نے صدا ہونا نہیں ہے

درِ زنداں کو وا ہونا نہیں ہے(20)

اس شعر میں گفتار اور خاموشی کو مرکز بناتے ہوئے شعر کی تشکیل کی گئی ہے۔ اپنی معنوی ساخت کے حوالہ سے یہ شعر انسان کی اندرونی کیفیات کو بیان کرتا ہے جس میں لا حاصل اور بے جواز کی کیفیت غالب ہے۔ انسان کی گفتار اس کے خیالات کی ترجمان ہوتی ہے اور اسے اپنے جوابات یا مناسب ردعمل ضرور چاہیے ہوتا ہے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو بے زبانی کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے بالکل ایسے ہی جیسے انسان کسی اجنبی مقام پر اجنبی زبان بولنے والوں کے درمیان موجود ہو۔ لیکن یہاں یہ بے زاری کی کیفیت کو بیان کرتا ہے۔

ردیف کے اعتبار سے یہ شعر صنعت تضاد کا شعر ہے جس میں لفظی طور پر تضاد پایا جاتا ہے لیکن معنوی طور پر کوئی تضاد موجود نہیں ہے۔ "ہونا اور نہیں" کے درمیان لفظی تضاد پایا جاتا ہے جو کہ کیفیت میں موجود نہیں ہے۔ گویا ہم اسے لسانی بنت کی ایک خوبی کہہ سکتے ہیں۔ دوسری اہم صفت اس ردیف کی عمومی طوالت اور اس کا بیانیہ ہونا ہے۔

حوالہ جات

1۔ وقار احمد رضوی، ڈاکٹر، تاریخ جدید اردو غزل، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، 1988ء ص:911
2۔ ڈاکٹر انور سدید، چہار سو، راولپنڈی، فیض الاسلام پرنٹنگ پریس، ۲۰۰۵، ص:۳۰
3۔ منیر نیازی، کلیات منیر نیازی، لاہور، ماورا پبلیکیشنز، ۱۹۸۶، ص:۱۱
4۔ ایضاً، ص:۲۸
5۔ ایضاً، ص:۳۵
6۔ ایضاً، ص:۴۲
7۔ ایضاً، ص:۵۵
8۔ ایضاً، ص:۸۳
9۔ ایضاً، ص:۸۴
10۔ ایضاً، ص:۴۹
11۔ ایضاً، ص:۵۵
12۔ ایضاً، ص:۵۷
13۔ ایضاً، ص:۵۹
14۔ ایضاً، ص:۶۲
15۔ ایضاً، ص:۸۱
16۔ منیر نیازی، کلیات منیر (آغاز زمستاں میں دوبارہ)، لاہور، ماورا پبلیکیشنز، ۱۹۸۶، ص:۱۲
17۔ ایضاً، ص:۱۶
18۔ منیر نیازی، کلیات منیر (ساعتِ سیار)، لاہور، ماورا پبلیکیشنز، ۱۹۸۶، ص:۳۷
19۔ ایضاً، ص:۴۱
20۔ منیر نیازی، پہلی بات ہی آخری تھی، لاہور، ماورا پبلیکیشنز، ۱۹۸۶، ص:۴۹

Bibliography:

Rizvi, Waqar Ahmad, Dr. (1988). *Tareekh-e-Jadeed Urdu Ghazal* (The Modern History of Urdu Ghazal). Islamabad: National Book Foundation
Sadeed, Anwar, Dr. (2005). *Chahar Soo*. Rawalpindi: Faiz-ul-Islam Printing Press
Niazi, Muneer. (1986). *Kulliyat-e-Muneer Niazi*. Lahore: Mavara Publications
Niazi, Muneer. (1986). *Kulliyat-e-Muneer (Aaghaz-e-Zamistan Mein Dobara)*. Lahore: Mavara Publications
Niazi, Muneer. (1986). *Kulliyat-e-Muneer (Saa'at-e-Sayyar)*. Lahore: Mavara Publications
Niazi, Muneer. (1986). *Pehli Baat Hi Aakhri Thi*. Lahore: Mavara Publications